قسط (1)

اخلاق النبی ﷺ کے سنہرے واقعات

تحریر: جناب مولانا عبدالمالک مجاہد مدیر دارالسلام الریاض

اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں سورۃ القلم میں ارشاد ہوا: ''اور آپ یقیناً اعلیٰ اور عظیم اخلاق والے ہیں''۔ کسی بھی قوم، امت، گروہ یا شخصیت کے بارے میں معلوم کرنا ہو کہ اس کی شخصیت کیسی ہے تو سب سے پہلے اس کے اخلاق کے بارے میں معلوم کیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی تربیت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور آپؐ کا تزکیہ اس طرح کیا کہ آپ ﷺ اس کائنات میں سب سے اعلیٰ اخلاق والے بن گئے۔ سیرت کے حوالے سے قرآن و حدیث اور کتب سیرت و تاریخ میں بے شمار معلومات اور واقعات ملتے ہیں۔ راقم الحروف نے جب اخلاق النبی کو مدنظر رکھتے ہوئے سیرت پاک کا مطالعہ اور آپ ﷺ کے حوالے سے واقعات کو جمع کرنا شروع کیا تو ان گنت ایسے واقعات سامنے آئے جن سے ہمیں آپ کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کے حوالے سے واقعات پیش کروں، سیدہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کی جو تعریف کی وہ بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں۔ سیدہ کا ایک عزیز آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کے رسول ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا کہ آپؐ کا اخلاق کیسا تھا؟ عملی زندگی میں آپ کا رویہ کیسا تھا؟

قارئین کرام! تاریخ انسانیت میں کتنے ہی لیڈر اور رہنما ایسے ہو گزرے ہیں جن کا معاملہ گھر سے باہر تو لوگوں کے ساتھ بہت اچھا اور عمدہ ہوتا ہے مگر گھر والوں کے ساتھ ان کا سلوک نہایت بُرا ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہؓ نے براہ راست جواب دینے کی بجائے ان سے جوابی سوال کر دیا: کیا تم قرآن کریم نہیں پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کی: اماں جان! میں نے آپ سے اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت و اخلاق کے بارے میں سوال کیا ہے آپ نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔ سیدہ نے فرمایا: ہاں! (كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ) ''اگر تم قرآن پڑھتے ہو تو جان لو کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دی ہے اسی پر عمل کا مجسم نمونہ آپ ﷺ کی زندگی تھی۔''

قارئین کرام! اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی زندگی کا ایک

مشترک اور روشن پہلو یہ بھی ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح نہ تھے کہ لوگوں کو تو وعظ و نصیحت کر دی اور اس پر خود عمل نہ کیا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سب سے پہلے اپنے کہے ہوئے پر خود عمل کرتے تھے۔ جتنا لوگوں کو بتاتے تھے اس سے کہیں زیادہ اس پر خود عمل کرتے تھے۔ جو تعلیم آپ ﷺ نے اپنی امت کو دی اس پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ یہ خاتون جن کو میں نے اپنی کتاب میں خاتونِ اول لکھا ہے۔ نہایت زیرک، سمجھدار اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے یہ پندرہ سال سے آپ کی زوجیت میں تھیں۔ جب شادی ہوئی تو آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ گویا بھرپور جوانی تھی۔ یہ عظیم خاتون آپ ﷺ کے ہر دکھ سکھ کی ساتھی تھیں۔ وہ اپنے شوہر نامدار کی خلوت اور جلوت کے لمحات کو اچھی طرح جانتی اور پہچانتی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے سر پر غار حرا میں تاج نبوت رکھا گیا تو یہ واقعہ کوئی معمولی نہ تھا۔ جب جبریل امین علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے تو آپ ﷺ اس وقت غار حرا میں عبادت میں مشغول تھے۔ وہ آپ ﷺ سے کہنے لگے: پڑھیے۔ آپ ﷺ نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر زور سے دبایا جس سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

اس نے دوسری بار مجھے زور سے پکڑ کر دبایا، حتیٰ کہ مجھے شدید تھکاوٹ محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا۔ اس نے کہا: ''اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔'' وحی کا آنا، فرشتے کا ایک بار نہیں بلکہ تین بار دبانا اور اس سے تکلیف ہونا، یہ واقعہ کوئی معمولی نہ تھا۔ آپ ﷺ کو اس سے خاصی گھبراہٹ ہوئی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ وحی کی آیات پڑھتے ہوئے گھر کو چلے تو آپ ﷺ کے شانے لرز رہے تھے۔ گھر پہنچے تو دکھ سکھ کی ساتھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حسب سابق خندہ روئی سے استقبال کیا۔ ارشاد ہوا: زَمِّلُونِی...... زَمِّلُونِی ''مجھے چادر اوڑھا دو...... مجھے چادر اوڑھا دو۔'' زَمِّلُونِی کے معنی لحاف اوڑھانا بھی کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کپکپی طاری تھی، چنانچہ سیدہ خدیجہ

رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو لحاف یا چادر اوڑھا دی اور جب خوف دور ہوا تو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہؓ سے فرمایا: ''خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا ہے؟'' پھر انہیں پورا واقعہ سنایا اور فرمایا: (لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِي) ''مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔''

اب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دانائی اور سمجھداری ملاحظہ فرمایئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بڑے خوبصورت الفاظ میں تسلی دی، کہنے لگیں: (كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا) ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔'' پھر آپ ﷺ کی اعلیٰ صفات کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ کے عمدہ اخلاق کی گواہی دی کہ آپؐ تو رشتے جوڑتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، عاجز لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں اور ناداروں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور ناگہانی آفات میں متاثرین کی مدد کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ذرا اوپر لکھی ہوئی ایک ایک خوبی پر غور کریں کہ رشتوں کو آپس میں ملانا اور جوڑنا کتنا عمدہ کام ہے۔ سچ بولنا، لوگوں کا بوجھ اٹھانا، مہمان نوازی کرنا، لوگوں کی آفات میں مدد کرنا تمام کے تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق میں سے ہیں۔ یاد رکھیے! آپؐ کے بدترین دشمنوں نے بھی آپؐ کو کبھی بد دیانت یا جھوٹا نہیں کہا۔ مکہ مکرمہ میں لوگ آپ کو نام سے کم اور صفات سے زیادہ جانتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے جانتے پہچانتے اور پکارتے تھے۔ کہتے تھے کہ صادق آ گیا امین آ گیا۔ اسی لیے کافروں نے عطائے نبوت کے بعد بھی آپؐ کو براہ راست جھوٹا نہیں کہا۔ قرآن کریم نے اس کی شہادت یوں دی:

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ [الأنعام: ۳۳]

''یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے مگر یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔''

اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کفارِ قریش کی گواہی

اللہ کے رسول ﷺ کو نبوت مل چکی ہے۔ آپؐ اپنے قریبی عزیزوں کو دعوت حق دے چکے ہیں۔ آپؐ کے قریب ترین لوگ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا علی بن ابی طالبؓ، سیدنا زید بن حارثہؓ اور دیگر کئی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ''آپ اپنے قریبی عزیزوں کو ڈرائیں۔'' گویا اس آیت میں پھر اللہ کے رسول ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ اپنے قریبی اعزہ و اقارب کو دعوت حق پیش کریں۔ انہیں اسلام کی دعوت پیش کریں۔ قریش آپؐ کے

اخلاق کو بچپن سے جانتے تھے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ صفا کی پہاڑی بیت اللہ شریف سے زیادہ دور نہ تھی۔ اس دور میں طریقہ ہی یہی تھا کہ اگر کسی کو کوئی نہایت اہم خبر پہنچانی ہوتی تو وہ پہاڑی کے اوپر کھڑا ہو جاتا، تا کہ تمام لوگ متوجہ ہو جائیں۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کوہِ صفا پر کھڑے ہوئے اور اس دور کے رواج کے مطابق آواز لگائی: (یَا صَبَاحَ) ''ہائے صبح کا خطرہ'' اہل عرب کا طریقہ اور دستور تھا کہ دشمن کے حملے سے آگاہ کرنے کیلئے کسی بلند مقام پر چڑھ کر انہی الفاظ سے لوگوں کو پکارتے تھے۔ آپ ﷺ نے قریش کے بڑے بڑے قبائل کو، ندا دی۔ اے بنوفہر، اے بنوعدی، اے قریش کے لوگو! لوگوں نے جب صادق اور امین کی آواز سنی تو بھاگتے ہوئے آئے۔ لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے ایک سوال کیا:

اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے گھڑسواروں کی ایک فوج تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ قریش کے تمام لوگ بیک آواز کہنے لگے: (مَا جَرَّبنَا عَلَیکَ اِلَّا صِدْقًا) ہم آپ کی بات کی بالکل تصدیق کریں گے کیونکہ آپ کا بچپن، آپ کی جوانی اور پوری زندگی ہمارے سامنے گزری ہے۔ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے ہی پایا ہے۔''

قارئین کرام! قریش مکہ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق سے خوب واقف تھے وہ جانتے تھے کہ محمد ﷺ جو بات بھی کہتے ہیں وہ درست، سچی اور صحیح ہوتی ہے۔ اس بات کو آپ کے سخت ترین دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔ آیئے تاریخ اسلامی کا ایک اہم واقعہ پڑھتے ہیں جس میں آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی مزید جھلک نظر آئے گی۔

ابوسفیان کی ہرقل کے دربار میں آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی

صلح حدیبیہ 6 ہجری میں ہوئی۔ اس معاہدہ میں 10 سال تک آپس میں لڑائی نہ کرنے کی شرط تھی۔ اس وجہ سے کفار مکہ اور مسلمان آزادانہ مختلف علاقوں میں جانے اور تجارت کرنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حدیبیہ سے واپس تشریف لاتے ہی مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھوانے شروع کیے۔ انہیں اسلام کی دعوت دی۔ جو مختلف خطوط لکھے گئے ان میں قیصر روم بھی شامل تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ آپ نے نامہ مبارک لے جانے والے ایلچیوں کا انتخاب اس طرح فرمایا کہ ایلچی اپنی شکل وصورت، قد وقامت، ذہانت اور فطانت کے لحاظ سے بڑی ممتاز شخصیت کے مالک ہوں۔ قیصر روم کیلئے جس شخصیت کا انتخاب ہوا ان کا نام دحیہ بن خلیفہ کلبی تھا۔ یہ بڑے خوبصورت اور پُرکشش شکل کے مالک تھے۔ حدیث کے طالب علموں پر یہ

بات مخفی نہیں کہ جبریل امین بھی دحیہ کلبی کی شکل میں وحی لے کر آتے تھے۔ کلب قبیلہ عرب کا نہایت مشہور اور مانا ہوا قبیلہ تھا۔ یہ لوگ ''دومة الجندل'' کے علاقے میں بستے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس نامہ مبارک میں ہرقل شاہ روم کو مخاطب کر کے اسے اسلام لانے کی دعوت دی اور فرمایا: ''تم اسلام لے آؤ سالم رہو گے۔'' آپؐ نے حکم دیا کہ دحیہ یہ خط بصری شام کے سربراہ کے حوالے کر دے اور وہ اسے قیصر تک پہنچا دے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے جو نامہ مبارک لکھا گیا تھا اس کی عبارت صحیح بخاری میں موجود ہے، اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم ''اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل شاہِ روم کی طرف......

''اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ، اللہ تمہیں تمہارا اجر دوبار دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے......اور وہ یہ......کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے بجائے ہمارا بعض بعض کو رب نہ بنائے۔ پس اگر یہ لوگ رخ پھیریں تو کہہ دو: تم لوگ گواہ رہو، ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔''

ہرقل نے اس نامہ مبارک کی بڑی قدر کی، اسے چوما، آنکھوں سے لگایا، خوشبو میں بسایا اور ایک چمڑے میں محفوظ کر لیا۔ اس وقت بھی استنبول کے عجائب گھر میں یہ نامہ مبارک محفوظ ہے۔ وہ غالباً یہی مکتوب گرامی ہے۔ بہر حال کتابوں میں اس نامہ مبارک کی جو تصاویر ہیں وہ ہرقل کو لکھے گئے نامہ مبارک ہی کی ہیں۔ ہرقل نے دحیہ کلبی کی بھی بڑی عزت کی۔ انہیں کافی مال اور عمدہ کپڑوں سے نوازا۔ اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ جب تک یہ ہماری حدود میں ہیں تب تک ان کی مکمل حفاظت کی جائے۔

اب ہرقل نے اپنے خاص آدمیوں کو بلوایا اور کہا: جاؤ کسی ایسے قریشی عرب کو تلاش کرو جو ان دنوں اس علاقے میں آیا ہوا ہو تاکہ میں اس سے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔ چنانچہ انہیں غزہ میں ابوسفیان اور ان کے قافلے کے دیگر افراد مل گئے۔ انہیں فوراً ایلیا (بیت المقدس) میں ہرقل کے شاہی محل میں پیش کیا گیا۔ ہرقل نے دربار سجایا ہوا تھا، اس وقت اس کے اردگرد، روم کے بڑے بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ ان میں کئی ایسے بھی تھے جو عربی زبان سے واقف تھے۔ بہر حال ترجمان کی وساطت سے گفتگو کا آغاز ہوا۔ ہرقل تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج چمک رہا تھا۔ اس نے وفد کو بلایا اور پوچھا: تم میں اس شخص کا جو

اپنے آپ کو نبی کہتا ہے، سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ان لوگوں میں سوائے ابوسفیان کے بنو عبد مناف میں سے کوئی نہیں تھا، اس لیے ابوسفیان نے کہا: میں اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں۔ ہرقل نے پوچھا: تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔

ہرقل نے کہا: ابوسفیان کو میرے قریب لاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے کھڑا کر دو۔ اب اس نے ترجمان سے کہا: ابوسفیان کے پیچھے جو لوگ کھڑے ہیں ان سے کہو، میں ابوسفیان سے اس نبی کے بارے میں سوالات کروں گا اگر ابوسفیان جھوٹ بولے تو تم اسے ٹوک دینا اور کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خوف لاحق نہ ہوتا کہ لوگ میرے اُوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو میں یقیناً اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیتا۔ یہاں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ ہر زمانے میں معززین اور شرفاء کے نزدیک جھوٹ بولنا نہایت مکروہ بات رہی ہے اور اس گھناؤنی عادت کو ہر دور میں نفرت اور مذمت کے قابل سمجھا گیا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں: مجھے یقین تھا کہ اگر میں غلط بیانی بھی کروں تو یہ لوگ میری تردید نہیں کریں گے۔ لیکن میں سردار تھا۔ میں اپنے آپ کو اس بات سے بلند سمجھتا تھا کہ جھوٹ بولوں۔ یہ میرے لیے شرم کی بات تھی۔ میں جانتا تھا اگر وہ یہاں میرے لحاظ کی وجہ سے خاموش بھی رہے تو کم از کم واپس مکہ جا کر لوگوں سے میرا جھوٹ ضرور بیان کریں گے، اس لیے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ اب ابوسفیان ہرقل کے سامنے تھے۔ ان کے قافلے والے ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ ترجمان کی وساطت سے ہرقل نے سوال کیا: اس نبیؐ کا حسب و نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے پوچھا: کیا یہ نبوت والی بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔

ہرقل نے پوچھا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کبھی کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا: کیا بڑے بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے؟ میں نے جواب دیا: بلکہ کمزور لوگوں نے۔

ہرقل نے دریافت کیا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ میں نے اعتراف کیا کہ یہ لوگ بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے پوچھا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے منحرف ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے کیا اس کے اظہار و اعلان سے پہلے اس پر کبھی جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگا؟ میں نے کہا: بالکل نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، البتہ ہم لوگ آج کل اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس بارے میں وہ آئندہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں: اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں اپنی کوئی بات گھسیڑنے کی گنجائش ہی نظر نہیں آئی۔

ہرقل نے پوچھا: کیا تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ بھی کی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ ہرقل نے کہا: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟ میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر سرابر کی چوٹ ہے۔ کبھی وہ ہمیں زک پہنچا دیتا ہے اور کبھی ہم اسے زک پہنچا دیتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے: صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیز گاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: تم اس شخص (ابوسفیان) پر واضح کردو کہ میں نے تم سے اس نبی کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے...... تو دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب ہی میں بھیجے جاتے ہیں۔ پھر میں نے دریافت کیا: کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ تم نے کہا: نہیں۔ میں کہتا ہوں: اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں یہ سمجھتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقالی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔

پھر میں نے دریافت کیا: کیا اس کے آباؤ واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ اگر اس کے آباؤ واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اپنے آباؤ اجداد کی بادشاہت کا طلب گار ہے۔

پھر میں نے پوچھا: کیا جو بات اس نے کہی ہے اس کے اعلان سے پہلے تم لوگوں نے کبھی اس پر جھوٹ کا الزام عائد کیا؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں...... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے مگر اللہ پر جھوٹ بولنا شروع کردے۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو تم نے بتایا: کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے...... اور حقیقت یہی ہے کہ اکثر کمزور لوگ ہی پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص منحرف ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے تو تم نے بتلایا کہ نہیں...... اور حقیقت یہی ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں پیوست ہوجاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے

اور میں نے دریافت کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے بتایا نہیں..... یقیناً پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ میں نے یہ بھی پوچھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا: وہ تمہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے، بت پرستی سے منع کرتا ہے اور نماز، سچائی اور پرہیزگاری و پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ تو جو کچھ تم نے بتلایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو میں اس سے ملاقات کا شرف ضرور حاصل کرتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔ جب خط پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں کچھ آوازیں بلند ہوئیں اور پھر شور مچنے لگا۔ ہرقل نے ہمارے بارے میں حکم دیا کہ ان لوگوں کو دربار سے باہر بھیج دیا جائے۔ جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفر کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینے میں اسلام کو جاگزیں کر دیا۔

یہ قیصر پر نبی ﷺ کے نامہ مبارک کا وہ اثر تھا جو اس نے قبول کیا اور جس کا مشاہدہ ابو سفیان نے کیا۔ اس نامۂ مبارک کا اثر یہ بھی ہوا کہ قیصر نے رسول اللہ ﷺ کے اس نامہ مبارک کو پہنچانے والے، یعنی دحیہ کلبیؓ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا۔ لیکن جب سیدنا دحیہؓ یہ تحائف لے کر واپس ہوئے تو حسمٰی نامی مقام پر قبیلہ بنو جذام کے کچھ لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا۔ دحیہ کلبیؓ مدینہ پہنچے تو اپنے گھر کے بجائے سیدھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تفصیل سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں پانچ سو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت روانہ فرمائی جنہوں نے تیزی سے پہنچ کر دشمن کا قلع قمع کر دیا۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قتل کی سازش کرنے والے کو معاف کر دیا

غزوۂ بدر 17 رمضان المبارک 2 ہجری کو ہوا۔ جس میں اللہ رب العزت نے قریش کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ مکہ مکرمہ کے باسی بدر کے معرکہ کا نتیجہ سننے کیلئے بے تاب تھے۔ وہ بہت بے چینی سے لڑائی کی خبروں کے منتظر تھے۔ قریش کے لوگ عموماً بیت اللہ کے صحن میں اکٹھے ہو کر نتائج کے بارے میں قیاس آرائیاں

کرتے رہتے۔ بالآخران کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں۔ سب سے پہلے جو شخص جنگ کے نتیجے کی خبر لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اس کا نام حیسمان بن عبداللہ الخزاعی تھا۔ یہ خود بھی اس جنگ میں شریک تھا۔ اس نے جیسے ہی بیت اللہ کے صحن میں اپنا اونٹ بٹھایا لوگ بے صبری سے اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے، ہاں بھئی! پیچھے کی کیا خبر ہے، جنگ کا نتیجہ کیا نکلا؟ اس نے کہا: پیچھے کا کیا پوچھتے ہو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ مارے گئے۔ ابوالحکم بن ہشام، امیہ بن خلف قتل کر دیئے گئے۔ قریش کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ اس نے بڑے بڑے سرداروں کا نام لیا۔ جنگ کے مقتولین میں جب اس نے بڑے بڑے اشراف مکہ کا نام لیا تو امیہ بن خلف کا بیٹا صفوان جو حطیم میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ شخص ہوش وحواس کھو بیٹھا ہے۔ اچھا ذرا اس سے میرے بارے میں پوچھو اور کہو: صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟ حیسمان کہنے لگا: وہ دیکھو! صفوان تو حطیم میں بیٹھا ہوا ہے، مگر میں نے اس کے باپ امیہ اور بھائی علی کو قتل ہوتے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ قریش کو یقین آ گیا کہ شکست کی خبر درست ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر گھر میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔

شکست کی خبر کو چند دن گزر چکے تھے۔ صفوان بن امیہ مکہ کا معروف اسلحہ ڈیلر اور نہایت امیر آدمی تھا۔ اس کا چچازاد بھائی عمیر بن وہب بڑا چالاک اور شیطان صفت انسان تھا۔ یہ بھی غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا، بلکہ مدنی لشکر کی قوت کا اندازہ لگانے کیلئے اسی کو روانہ کیا گیا تھا۔ عمیر نے گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کا چکر لگایا اور بتایا کہ تین سو سے کچھ زیادہ لوگ ہیں۔ یہ بڑا اشرارتی اور فتنہ پرور انسان تھا۔ اسے عرف عام میں قریش کا شیطان کہا جاتا تھا۔ ایک دن صفوان اور عمیر بیت اللہ کے سایہ تلے حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے، صفوان شدید غصے میں تھا۔ اپنے باپ اور بھائی کے بدر میں قتل ہونے پر اس کا خون کھول رہا تھا اور وہ جوش انتقام میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ رہا عمیر تو اس کا بیٹا وہب بدر کے قیدیوں میں شامل تھا اور مسلمانوں کی تحویل میں تھا۔ مقتولین کا ذکر کرتے ہوئے صفوان نے کہا: اللہ کی قسم! ان بزرگوں اور ساتھیوں کے دنیا چھوڑ جانے کے بعد اب جینے کا کوئی مزہ نہیں رہ گیا۔ عمیر نے کہا: سچ کہتے ہو، اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تو میں فوراً مدینہ جا کر شمع محمد ﷺ کی یہ روشنی گل کر دیتا۔

کیا تم واقعی یہ کارنامہ انجام دے سکتے ہو؟ صفوان نے بے قراری سے پوچھا: عمیر نے جواب دیا: ہاں بالکل! کیوں نہیں؟ بس ادائے قرض اور میرے بچوں کی کفالت کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں یہ کام آسانی سے کر دیتا۔ صفوان بولا: تم اس کی فکر نہ کرو۔ یہ تو میرے لیے بہت معمولی سی بات ہے۔ میں قرض اور کفالت کی پوری ذمہ

داری لیتا ہوں۔ تمہارا سارا قرض میں اتار دونگا اور جو کچھ میرے بچے کھائیں اور پہنیں گے وہ تمہارے بیوی بچوں کو بھی میسر ہوگا۔ بس تم یہ کام کردو اور ہاں دیکھو! یہ نہایت رازداری سے کرنے کا کام ہے۔ روئے زمین پر اس منصوبے کا میرے اور تمہارے سوا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے۔

عمیر بولا: بالکل یہ راز، راز ہی رہے گا۔ تم فکر نہ کرو...... اچھا تو پھر ہاتھ ملاؤ اور وعدہ کرو کہ اس بات کی کسی کو ہوا تک بھی نہیں لگے گی...... میں اس منصوبے پر فوری عمل شروع کر رہا ہوں۔ صفوان! تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس مدینہ جانے کا ایک معقول بہانہ بھی ہے۔ میرا بیٹا وہب مسلمانوں کی قید میں ہے۔ اس سے ملاقات کرنے کا بہانہ...... اس نے اپنے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔

صفوان گھر آیا۔ اپنی تلوار میان سے نکالی تو ذرا زنگ آلود نظر آئی۔ اس نے اسے خوب تیز کرنے کے بعد زہر میں بجھانا شروع کیا اور زیر لب بڑبڑایا: آہا!! اب اس تلوار سے میرے باپ اور بھائی کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اس نے اپنی زہر میں بجھی تلوار عمیر کے حوالے کی اور اسے جلد از جلد مدینہ روانہ ہونے کی تاکید کی۔ عمیر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان دنوں مکہ کی ہر مجلس میں، ہر گھر میں بدر ہی کا قصہ موضوع گفتگو تھا۔ صفوان ملنے جلنے والوں سے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہتا: بس چند روز کی بات ہے۔ میں ایسی زبردست خبر سناؤں گا کہ تم لوگ بدر کا غم بھول جاؤ گے۔

عمیر بن وہب اپنی چالاکی، سفاکی، شرارت طبع اور بدباطنی کے باعث "شیطان قریش" کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ مکہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو تکلیف دینے میں بھی پیش پیش رہتا تھا۔ بدر کے روز اس کے بیٹے وہب کو ایک انصاری صحابی رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے گرفتار کرلیا تھا۔ عمیر بن وہب تیزی سے سفر کرتا ہوا مدینہ طیبہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے سامنے اپنی اونٹنی بٹھائی اور نیچے اترا۔ ادھر مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان بھی بدر کے معرکہ پر ہی بات ہو رہی تھی۔ وہ اپنی کم تعداد کے باوجود اس فتح و نصرت اور تائید ربانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے اور بدر کے واقعات دہرا کر خوش ہو رہے تھے۔ سیدنا عمر فاروقؓ دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے بدر کی باتیں کر رہے تھے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں عزت و وقار بخشا اور کفار کو ذلیل و خوار کیا۔ اچانک آپ کی نگاہ عمیر پر پڑی جو تلوار لٹکائے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ سیدنا عمر فاروقؓ کی بصیرت کام آئی۔ کہنے لگے۔ ہو نہ ہو اللہ کا یہ دشمن کسی خطرناک ارادے سے یہاں آیا ہے۔ یہ بدر کے روز لوگوں کو جنگ کیلئے بھڑکانے والوں میں پیش پیش تھا۔ اسی نے اندازہ لگا کر

کافروں کو مسلمانوں کی تعداد بتائی تھی۔ جناب عمرؓ نے اس کے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کے نیام کی پٹی سے اس کی گردن دبوچ لی اور اسے گرفتار کر کے خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ یہ اللہ کا دشمن تلوار لٹکائے آ رہا ہے۔

ارشاد ہوا: عمر! اسے چھوڑ دو، آگے آنے دو۔ فاروق اعظمؓ نے صحابہؓ سے کہا: تم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ہی رہنا اور اس خبیث پر نگاہ رکھنا۔ یہ نہایت خطرناک آدمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمیر! میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہو کر جاہلیت کے طریقے کے مطابق کہنے لگا: (انعموا صباحا) ''آپ لوگوں کی صبح بخیر ہو'' ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ نے ان جاہلانہ الفاظ کے بدلے ہمیں ایک ایسے تحیہ سے مشرف کیا ہے جو تمہارے اس تحیہ سے کہیں بہتر ہے۔ یعنی سلام سے، جو اہل جنت کا تحیہ ہے۔ ہاں عمیر! بتاؤ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا: میں اپنے قیدی بیٹے وہب کا حال معلوم کرنے کیلئے آیا ہوں۔ برائے مہربانی اس کے بارے میں احسان فرما دیجئے۔ فرمایا: یہ تمہارے گلے میں تلوار کیسی لٹک رہی ہے؟ وہ بولا: اللہ ان تلواروں کو غارت کرے، انہوں نے پہلے ہمیں کیا فائدہ پہنچایا ہے جو، اب پہنچائیں گی؟ ارشاد ہوا: عمیر سچ سچ بتاؤ! میں صرف اپنے قیدی بیٹے ہی کیلئے آیا ہوں۔

ارشاد ہوا: کیا یہ سچ نہیں کہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم دونوں نے بدر کے کنویں میں پھینکے جانے والے مقتول سرداروں کا تذکرہ کیا، پھر تم نے کہا: اگر مجھے ادائے قرض اور اہل وعیال کی کفالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں مدینہ جا کر محمد ﷺ کو قتل کر دیتا۔ صفوان بن امیہ نے تمہارا قرض چکانے اور بچوں کو اپنی کفالت میں لینے کی ذمہ داری قبول کر لی، اس شرط پر کہ تم مجھے قتل کر دو۔ یاد رکھو عمیر! اللہ میرے اور تم لوگوں کے درمیان حائل ہے۔

قارئین کرام! دیکھئے ذہین آدمی جب ایک نتیجے پر پہنچ جاتا ہے تو پھر وہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔ عمیر نے یہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا: (أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ) ''میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔'' اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے پاس آسمانوں کی جو خبریں لایا کرتے تھے، ہم انہیں جھٹلایا کرتے تھے، لیکن یہ معاملہ تو ایسی خفیہ رازداری کا تھا کہ میرے اور صفوان کے علاوہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ رب کائنات کے علاوہ کسی نے آپ کو یہ بات نہیں پہنچائی۔ اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دی۔

اس طرف بھی کس قدر خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کا دریا موجزن ہے۔ عفو و کرم ایسا کہ وہ شخص جو

سید الاولین والآخرین کو قتل کرنے کیلئے آتا ہے اس کے گھناؤنے جرم کو نہ صرف معاف کر دیا جاتا ہے بلکہ اسے اپنی ٹیم میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ علامہ ابن اثیرؒ کے بیان کے مطابق عمیر بن وہب کے اسلام لانے کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! عمیر بن وہب سے مجھے اس قدر شدید نفرت تھی کہ وہ مجھے خنزیر سے بھی بدتر لگتا تھا مگر اسلام لانے کے بعد یہ مجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیارا لگنے لگا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ! اپنے اس بھائی کو دین سکھاؤ، اسے قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی (بیٹے) کو رہا کر دو۔ عمیر اس حسن سلوک کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ اب وہ اپنی گزشتہ حرکات پر نادم ہے۔ ان کی تلافی کا خواہش مند ہے۔ عرض کرتا ہے: اللہ کے رسولؐ! میں نے اللہ کے نور کو بجھانے کی بہت کوشش کی، اب اپنے ان جرائم کی تلافی کرنا چاہتا ہوں، مجھے مکہ میں رہنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ میں اہل مکہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی طرف دعوت دوں گا۔ ان کی یہ درخواست منظور ہوئی، پھر وہ دین حق کے داعی بن کر مکہ میں مقیم رہے اور بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ادھر صفوان بے چینی سے اپنی مطلوبہ وپسندیدہ خبر کا منتظر تھا۔ وہ مدینہ سے آنے والے ہر مسافر سے کسی نئے واقعہ کے بارے میں پوچھتا تھا۔ ایک دن اسے کسی سوار نے بتایا کہ صفوان! تمہارے لیے خبر یہ ہے کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے۔ اس کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ عمیر سے ساری زندگی کلام کرے گا نہ اس کے کسی کام آئے گا۔

اخلاق النبی ﷺ کی ایک اور جھلک ملاحظہ فرمائیے۔ دن گزرتے رہے حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا۔ آپ کے قتل کیلئے ایک کرائے کا قاتل بھیجنے والا صفوان بن امیہ جان کے خوف سے بھاگ جانے کی کوشش میں ہے۔ مگر ان کا یہی پرانا دوست عمیر رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتا ہے اور عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! میں آپ سے صفوان کیلئے معافی کا طلب گار ہوں، براہ کرم اس کی جان بخشی کر دیجئے۔ آپ نے عمیر کی سفارش قبول فرمائی اور صفوان کو معاف کرنے کا اعلان فرما دیا۔ عمیر نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں جس سے صفوان کو آپ کے عفو و کرم کا یقین ہو جائے۔ آپ ﷺ اپنا عمامہ مبارک اتار دیتے ہیں۔ عمیر یہ لے جاؤ اور اپنے چچا زاد کو لے آؤ۔ وہ برق رفتاری سے صفوان کو ڈھونڈ کر اس کے پاس پہنچتے ہیں، صفوان! میرے بھائی، اللہ کی قسم! میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ لیکن وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میرے تو جرائم ہی بہت ہیں۔ نہیں وہ تمہارے تصور سے کہیں زیادہ بلند انسان ہیں۔ تم ایک بار آؤ تو سہی۔ پھر صفوان آتے ہیں اور نبی کریم ﷺ سے ایمان قبول کرنے کیلئے دو ماہ کی مہلت طلب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔ اسی دوران غزوہ حنین

پیش آجاتا ہے۔

اللہ کے رسول مال غنیمت میں صفوان کو پہلے سو اونٹ عطا فرماتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد صفوان کی پھر طلبی ہوتی ہے، فرمایا: صفوان! یہ سو اونٹ اور لے جاؤ، مگر اسی پر بس نہیں۔ تیسری بار پھر بلاتے ہیں اور سو اونٹ مزید فرماتے ہیں، جی ہاں! اسی صفوان کو جس نے آپ کو قتل کروانے کی کوشش کی تھی۔ وہ سوچتا ہے یہ کیسا نبی ہے، یہ کیسا قائد ہے، جو مال دیتے وقت ذرا سوچتا بھی نہیں کہ کہیں ان کے پاس مال کی قلت ہی نہ واقع ہو جائے۔ یہ طور طریقے دنیاوی لیڈروں کے تو نہیں ہوتے، ایسا شخص تو یقیناً اللہ کا رسول ہی ہو سکتا ہے۔ آہستہ آہستہ اللہ نے ان کے دل میں اسلام راسخ کر دیا۔ اب وہ محض صفوان نہیں رہے تھے بلکہ سیدنا صفوانؓ بن چکے تھے۔

(جاری ہے)

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہم اعلان

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل مکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل فور کلر خوبصورت اور مدلل سات اشتہار کا درج ذیل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے۔

1۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے۔ ایک سوال کی دس (10) شکلیں۔

2۔ نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت۔ 3۔ اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام!

4۔ نماز، روزہ کے محمدی دائمی اوقات! 5۔ نبی ﷺ سے آمین بالجہر کا ثبوت!

6۔ سورۃ فاتحہ خلف الامام! 7۔ اثبات رفع الیدین!

ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات مکمل سیٹ مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے زیر انتظام مساجد و دینی مراکز میں نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

یہ اشتہارات مساجد و مراکز کی زینت اور مسائلِ فقہ کی ترویج کا بہترین و مؤثر ذریعہ ہیں۔ ڈاک خرچ ادارہ خود برداشت کرے گا۔ رابطہ: بذریعہ فون صبح سات بجے سے دس بجے تک!

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔

محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور موبائل نمبر: 0333-8556473